فقہ اسلامی میں تجارت کا مفہوم اور اس کے بنیادی تصورات

Interpretation of Trade in Islamic Fiqh and its Basic Concepts

مفتی خیر محمد آصف[i] مفتی الیاس احمد[ii]

ABSTRACT

Islam Grants great importance to trade and business. Trades have always played a key role in the growth of economies. Trades have utilised their communicative methods to convey the message of Islam to their commuters. Quran and Hadith have stated many benefits of righteous and honest trade. A trader, who knows Islam, does not only use trade as the means of earning, but also carries the sacred work of preaching on his shoulders. So for this task, it is becomes the responsibility of a Muslim trader to know the Islamic commands and conditions. He should be well versed in void, defected, and disliked conditions in Trade.

When the society is served through proper Islamic way, then it becomes centre of constructive and positive social activities. In that society, Trade and sticking to Islamic rules and regulations becomes the aim of a trader. When Such Good things gather into traders, only then a charitable and hospitable society develops. This Paper deals with the important, intrinsic Islamic commands in Short and descriptive way.

Key Words: *Trade, Economics, Principles,Fiqa, Conditions, Void, Defect, Disliked.*

تعارف :

اللہ تعالی نے جب انسان کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تو اس کے ساتھ ہی انسان کی ضروریات پیدا فرما کر اس کے اسباب بھی تخلیق فرمادیئے ۔ جب انسان اس مادی دنیا میں آیا تو اس کا مادی اشیاء سے واسطہ پڑا جن میں مال ، تجارت ، زراعت، رہائش ، صنعت، مویشی وغیرہ سب شامل ہیں،ان میں سے تجارت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ، کیونکہ انسان کی بیشتر ضروریات تجارت کے واسطے سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے خود بھی تجارت فرمائی اور بہت سے صحابہ کرامؓ کا پیشہ تجارت ہی تھا۔ آپ ﷺ نے امت کو توحید، رسالت اور آخرت کے ساتھ ساتھ معاملات ، تجارت اور معاشرت کے اصول بھی بتائے جن پر عمل پیرا ہو کر انسان کو دین اور دنیا کی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں۔ آج کل تجارت کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے ، اس ملک کی معیشت کو خوشحال تصور کیا جاتا ہے جس کی تجارت خصوصا بیرونی تجارت (Export) زیادہ ہو ۔ ہمارے معاشرے میں تجارت اور کسبِ مال کو دنیاوی کام سمجھاجاتا ہے اور دین کو مسجداور مدرسے تک محدود خیال کیا جاتا ہے حالانکہ تاجروں کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "امانتدار تاجر انبیاء، شہداء اور صدیقین کے ہم درجہ ہوگا ۔" (1) ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بازار سے گذرے تو دیکھا کہ لوگ تجارت میں مشغول ہیں ، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اے تاجروں کی جماعت! تو وہ آپ ﷺ کی طرف ہمہ

---

i پی -ایچ-ڈی اسکالر ،شعبہ تقابل ادیان و اسلامی تہذیب،سندھ یونیورسٹی،جامشورو۔
ii۔ لیکچرار شعبہ اسلامیات ،شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شرینگل ،دیر اپر

گوش متوجہ ہوئے ، آپ ﷺنے ان کو ارشاد فرمایا کہ"تاجر قیامت کے دن گنہگار بنا کر اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جو تقوٰ ی ، نیکی اختیار کریں اور سچائی کا راستہ لیں"(2) مذکوہ ارشادات سے معلوم ہوا کہ تاجر جو تجارت کر رہا ہے اس کے ذریعے سے وہ یا تو اپنی جنت بنارہا ہے یا پھر اسی تجارت کے ذریعےاپنے لیے جہنم کا راستہ ہموار کر رہا ہے۔

حلال ذریعے سے مال کا حصول:

مال انسان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتا ہے اور انسان کی عموماً تمام مادی حاجات اس کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ مال کے بارے میں اللہ تعالی کا اشاد ہے:

"جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا" (3)

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمہارے لیے اس (مال) میں قیام کا سبب رکھا ہے ۔

ایک اور جگہ قرآن میں ارشاد ہے :

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ" (4)

ترجمہ: اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ بلکہ آپس کی رضامندی سے تجارت کے ذریعے نفع حاصل کرو ۔

آپ ﷺ کی احادیث میں بھی حلال اور حرام کے متعلق بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس سے حلال کی اہمیت اور حرام کی نحوست کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

"يأتي على الناس زمان، لا يبالي المرء ما أخذ منه، أمن الحلال أم من الحرام" (5)

ترجمہ: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے مال حلال سے حاصل کیا ہے یا حرام سے

مطلب یہ ہے کہ حلال اور حرام کے مسائل واضح ہونگے مگر اس کے باوجود لوگ ان مسائل میں لاپرواہی کریں گے۔

طلبِ معاش کا وجوب:

انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ تعالی نے اس کو تخلیق کرنے کے بعد اس کو آسانی کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ضروری اسباب کی طرف رہنمائی بھی فرمائی، ان میں سے ایک اہم ترین سبب طلبِ معاش ہے۔معاش عربی زبان کا لفظ ہے جس کی معنٰی زندگی گذار نے کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے ہروہ کسب اور کاروبارمراد ہے جس کا تعلق انسانی زندگی سے ہو اور اس پر زندگی کا گذران موقوف ہو۔اسلام تجارتی سرگرمیوں کی حوصلہ افرائی کرتا ہے۔اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق سے قبل ہی اس کے رزق کا انتظام فرمادیا اور رزق کے حصول میں انسان کی رہنمائی فرمائی۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ" (6)

ترجمہ: اور ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی اور ہم نے بنا لیں اس میں تمہارے لیے روزی کا انتظام کیا

اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کی تخلق کو مقام امتنان میں ذکر فرما کر انسانوں کو زمین کی آبادکاری کا حکم دیا ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

"هو الذی انشاکم من الارض واستعمرکم فیها" (7)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا فرمایا اور اس زمین کی آبیاری تم سے چاہی۔

قرآنی آیات میں اللہ تعالی نےروشن دن کا بنانا اور انسانوں کی تخلیق کو احسان کے طور پر ذکر فرما یا ہے کہ ہمارا تم پر یہ احسان ہے کہ ہم نے دن کو روشن،

چمکتا ہوا بنایا جس کے باعث تمارے لیے رزق کی طلب اور تلاش آسان ہوتی ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالی نے احسان کے طور پر ذکرفرماتے ہیں کہ اللہ تعالی حقیقی رزاق ہیں اور اس نے تمہارے لیے زمین میں بہت سی پاکیزہ اشیاء پیدا فرمائی ہیں،اس لیے اے انسانوں! تم صرف پاکیزہ اشیاء ہی کو استعمال فرماؤ اور ایسی اشیاء کو استعمال نہ کرو جو جسم اور عقل کے لیے مضر ہو۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ" (8)

ترجمہ: اے لوگو زمین کی اشیاء میں سے حلال اور طیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

انسان کی دن اور رات کی جدوجہد میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایسی روزی کے حصول کی کوشش کرے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یعنی جائز اور درست ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حلال روزی کمانا کسی بھی انسان کے لیے مشکل یا ناممکن نہیں ہے کیوں کہ پروردگارِ عالم نے ایک طرف انسان کو تخلیق فرمایا تو ساتھ ہی اس کی روزی کے وسائل بھی پیدا فرمادیے اور انسان کے لیے ایسی سہولیات مہیا کردیں جن کے ذریعے انسان اس دنیا میں آسانی سے اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے۔ اسلام نے حلال کمائی کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں حتیٰ کہ اپنی روزی کے لیے جستجو کرنے کو فرضیت کا درجہ دیا ہے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

" طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" (9)

ترجمہ: حلال کمائی کی طلب کرنا دوسرے فرائض کے بعدایک فرض ہے۔

ایک حدیث میں حلال روزی کے حصول کو جہاد فرمایا گیا ہے :

"طلب الحلال جهاد" (10)

ترجمہ: حلال کو طلب کرنا جہاد ہے۔

اپنے ہاتھ سےحلال معاش کا حصول:

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ میں مال کی اہمت کی بناء پر اس کو ضائع کرنے کی ممانعت اور درست طریقے سے اس کو حاصل کرنے کاحکم فرمایا گیاہے ۔آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں اپنے ہاتھ سے رزق کے حصول کے متعلق ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما كسب الرجل كسبا أطيب من عمل يده وما أنفق الرجل على نفسه وأهله وولده وخادمه فهو صدقة" (11)

ترجمہ: اپنے ہاتھ سے زیادہ کوئی پاکیزہ کمانے والا نہیں، جو آدمی بھی اپنی ذات ، گھر والوں، بچوں اور خادموں پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ سے دریافت فرمایا گیا کہ سب سے بہتر ین ذریعہ معاش کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور " (12)

ترجمہ: اپنے ہاتھ سے محنت اور درست طریقہ پر تجارت کرنا

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله يحب المؤمن المحترف" (13)

ترجمہ: اللہ تعالی ہنرمند بندے کو پسند رکھتا ہے ۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حرام کی مذمت ان الفاظ میں ذکر فرمائی ہے:

"ولا يعجبنك امرؤ كسب مالا من حرام؛ فإنه إن أنفقه أو تصدق به لم يقبل منه، وإن تركه لم يبارك له فيه، وإن بقي منه شيء كان زاده إلى النار" (14)

ترجمہ: آپ کو وہ آدمی اچھا نہ لگے جس نے حرام سے مال کمایا، بے شک اگر وہ اس کو خرچ کرے یا اس کو صدقہ کرے تو اس مال کو قبول نہیں کیاجائے گا، اگر اس کو چھوڑ دے تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر اس سے کچھ باقی رہ جائے تووہ اس کے لیے جہنم تک کا توشہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ آپ ﷺ اپنا کام خود فرماتے ،ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دریافت فرمایا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے ؟ تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا آپ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں مصروف رہتے ، خود اپنے ہاتھوں سے کپڑوں کے پیوند لگاتے ، گھر میں خود جھاڑو دیتے ، خود ہی دودھ دوہتے، بازار سے خود ہی سودا سلف لاتے اور خریداری فرماتے ، جوتی ٹوٹ جاتی تو خود ہی گانٹھ لیتے ، اونٹ اپنے ہاتھوں سے باندھتے اور اس کو چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے تھے ۔ اپنے ہاتھ سے محنت کرنے کی عادت آپ ﷺ میں بچپن سے ہی تھی ، جب آپ بچے تھے تو بیت اللہ کی تعمیر میں آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے پتھر اور مٹی اٹھا کر معماروں کے پاس لاتے ۔ [15] آپ ﷺ نہ صرف خود اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے بلکہ دوسرے افراد کے کام بھی خود فرماتے تھے ، آپ ﷺنے ایک مرتبہ حضرت خباب بن الارت ؓ کو کسی غزوہ میں بھیجا ، گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور گھر کی عورتوں کو دودھ دوہنا نہ آتا تھا، آپ ﷺ ہر روز ان کے گھر جاتے اور ان کو دودھ دوہ کر دیتے تھے ۔ حبشہ کے مہمان آئے تو صحابہ کرام ؓنے چاہا کہ ان کی خدمت کریں، آپ ﷺ نے ان کو روک کر فرمایا کہ انھوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے اس لیے میں خود ان کی خدمت کروں گا ۔ [16] ایسے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی دوسروں کو ترغیب ارشاد فرماتے ، مسند احمد کی روایت ہے:

"ما أكل أحد منكم طعاما في الدنيا خيرا له من أن يأكل من عمل يديه" [17]

ترجمہ: کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ خیر والا کوئی کھانا نہیں کھایا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کھاتے تھے۔

آپ ﷺ کی تجارت :

آپ ﷺ کو تجارت اپنے والد اور خاندان سے ورثہ میں ملی تھی، آپ ﷺ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ایک تجارتی سفر میں ہوا تھا، آپ ﷺ کی عمر ابھی بارہ سال تھی کہ آپ ﷺ کے چچا خواجہ ابوطالب نےشام کی تجارت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ اس سفر میں شرکت فرمائی اور اسی سفر میں بحیراء راہب کا واقع پیش آیا۔ اس کے بعد بھی آپ ﷺمسلسل تجارت کے ساتھ منسلک رہے۔ جب آپ ﷺ عمر مبارک کے پچیس برس کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان ملک شام کی طرف لےگئے۔ اس سفر میں بہت بڑا نفع حاصل ہوا۔ نبوت ملنے کے بعد لوگ آپ ﷺ کی تجارتی مشغولیاں اور روزمرہ کے معمولات دیکھ کر کہنے لگے:

"مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ" [18]

ترجمہ: یہ کیسا رسول ہے کہ کھاتاپیتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

جب لوگوں نے آپ ﷺ کو کھاتے پیتے ، چلتے پھرتے اور بازاروں میں تجارت کرتے اور سودا سلف خریدتے دیکھا تو ان کو تعجب ہوا اور انھوں نے یہ بات کی۔ ان کے زعم میں رسول کا بازار میں جانا اور تجارت کرنا نبوت کے منافی چیز تھی، حالانکہ تجارت، معیشت وغیرہ کے اسباب اختیار کرنا نیت کی درستگی کی صورت میں دنیا داری نہیں بلکہ عین دین ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺکا یہ ارشاد منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کے لیے جو جائز اسباب رزق بنائے ہیں ان کے اگر دس حصے بنائے جائیں تو ان دس میں سے نو حصے اللہ تعالی نےتجارت میں رکھے ہیں۔ [19] اس مذکورہ ارشاد میں تجارت کے اندر

محض روایتی تجارت شامل نہیں بلکہ اس میں ہر وہ سرگرمی شامل ہے جس سے انسان روزی حاصل کرتا ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف تجات اور خریداری کرتے بلکہ اپنا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے ، اگرچہ آپ ﷺ کے صحابہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں اپنی جاں قربان کرنے میں فخر محسوس فرماتے۔

احادیثِ شریفہ میں محنت اور مزدوری کرنے اور اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ایک شاگرد کو کہا کہ میرے قریب آؤ تو میں آپ کو انبیاء سابقین جن کا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے ان کے متعلق بتاؤں اور پھر ارشاد فرمایا آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام بڑھئی تھے، ادریس علیہ السلام کاتب تھے، داؤد علیہ السلام زرہ گر تھے، موسی علیہ السلام چرواہے تھے، ابراہیم علیہ السلام کاشتکار تھے، صالح علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام تاجر تھے، عیسیٰ علیہ السلام کل کے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے تھے اور فرماتے جس نے مجھ کو دن میں کھلایا وہ شام کو بھی کھلائیں گے اور جس نے شام کو کھلایا وہ کل بھی کھلائیں گے، اور نبی مصطفیٰ ﷺ بکریاں چراتے ، حضرت حواء اپنے ہاتھوں سے سوت کات کر خود اور بچوں کو کپڑے پہناتی تھی اور مریمؑ بھی یہ کام کرتی تھی۔ [20]

یہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے ہاتھ سے محنت اور مزدوری کرتے، ان حضرات کا یہ کام کرنے سے رزق کی تلاش کرنے اور ان پیشوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے ۔آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی تجارت فرماتے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کےمطابق آپﷺ کے اصحابِ کرام اپنا کام خود فرماتے تھے، وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ لوہار تھے، آپ ﷺ کے لیے ایک بڑھئی غلام نے ممبر بنایا ۔ آپ ﷺ کے لیے ایک عورت اپنے ہاتھ سےجوڑا بُن کر آئیں،آپ ﷺ کے لیے ایک قصاب کھانے پکانے والےسے کھانا پکایا گیا۔آپ ﷺ نےحرم کی اذخر گھاس کو سوناروں اور گھروں میں استعمال کے لیے کاٹنے اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ ﷺ نے حجام سے سنگی لگا کر اس کو اجرت دی، ان تمام واقعات سے ان حرفتوں سے روزی کمانے کا جواز معلوم ہوتا ہے ۔ [21]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس آدمی کے متعلق فتوٰی پوچھی گئی کہ آپ کا اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے جو اپنے گھر اور مسجد میں یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا یہاں تک کہ میرے پاس میرا رزق خود نہ آئے، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسا شخص علم سے جاہل ہے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے ۔[22] ابو سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ عبادت یہ نہیں کہ اپنے قدموں اور جسموں کو تھکا دو بلکہ پہلے درست بات یہ ہے کہ پہلے اپنی روزی روٹی کا انتظام کرو پھر عبادت کرو۔[23] یعنی جب انسان کی روزی روٹی کا انتظام ہوتا ہے تواس کو بے فکری حاصل ہوتی ہے اور اس وقت عبادت کی صحیح لذت آتی ہے اور ایسا شخص یکسو ہو کر عبادت کرتا ہے۔

خرید و فروخت کی اہمیت:

مال کے حصول کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں جیسے میراث، ہبہ، صدقہ، اجرت ، سوال ، لقطہ اور تجارت وغیرہ مگر ان سب میں تجارت مہتم بالشان اور باعزت ذریعۂ معاش ہے اور اسی عظمت کے باعث اللہ تعالی نے سورہ جمعہ میں تجارت کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ" [24]

ترجمہ: جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالی کا فضل(رزق) کو تلاش کرو۔

اسلام میں تجارت بذات خود مقصود نہیں اور کسی مؤمن کی شان بھی نہیں کہ تجات کو اپنا مقصد بنائے، بلکہ تجارت کرتے وقت لوگوں سے استغناء کی نیت کرنی چاہیے تاکہ مخلوق سے سوال کرنے کی ذلت سے حفاظت ہو اور آدمی اپنی بیوی اور بچوں وغیرہ کی ضروریات کو پورا کر سکے اور خیر کے کاموں میں حصہ لے کر اپنی آخرت کو سنوار سکے۔ اگر تجارت میں یہ نیت نہ کی جائے بلکہ مال کو بڑھانا اور اس پر فخر کرنا ہی مقصد بن جائے اور اس مال کی وجہ سے آدمی تکبر اور فخر کا شکار بن جائے تو یہ تجارت مذموم نقصان کا سبب ہوگی۔

صحیح خرید اور فروخت:

اس مقام پر مناسب ہے کہ خرید وفروخت کے متعلق احکامِ شرعیہ بیان کرنے سے قبل بیع کا ضروری مفہوم واضح کر دیا جا ئے تاکہ آگے بحث کرنے میں آسانی ہو، بیع خرید اور فروخت کو کہا جاتا ہے جیسے ہمارے معاشرے میں بھی خرید وفروخت کے معاہدے کو "بیع نامہ" کہا جاتا ہے۔بیع کا معروف معنی بیچنے کے ہیں لیکن یہ لفظ خریدنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتاہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں اشیاء کا اشیاء کے بدلے لین دین یعنی (Barter System) بارٹر سسٹم رائج تھا، اس طریقہ میں ہر شخص فروخت کنندہ بھی ہوتا تھا اور خریدار بھی، اس سے بیع کے لفظ میں دونوں معنی پیداہو گئے۔

جب کوئی بھی بیع کی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی تعلیمات کے مطابق درست ہو اور اس میں شرعی حدود اور قیود کا خیال رکھاجائے اور اس میں کسی بھی قسم کا سبب فساد، بطلان اور کراہت نہ ہو۔ کسی بھی عقد کے لیے تین چیزیں بہت زیادہ اہم ہوتی ہیں کیونکہ عقد کی صحت اور فساد کا زیادہ تر مدار ان چیزوں پر ہوتا ہے، ان میں سے ایک عقد کا صیغہ، دوسرا عاقدین یعنی معاملہ کرنے والے اور تیسری چیز معقود علیہ ہے یعنی وہ جس چیز کا عقد کیا جا رہا ہے۔ان میں وہ تمام لازمی شرائط موجود ہوں جن کا شریعت ہم سے مطالبہ کرتی ہے ۔ ذیل میں ان تینوں کی وضاحت پیش کی جاتی ہے :

1۔صیغہ عقد:

صیغہ عقد یا ایجاب و قبول کا مطلب یہ کہ وہ الفاظ جن سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا جائے ۔عاقدین یعنی خریدنے اور بیچنے والے میں سے پہلے شخص کے کلام کو ایجاب اور دوسرے شخص کے کلام کو قبول کہا جاتا ہے ۔ بیع کے ایجاب و قبول کے لیے ہر وہ لفظ بن سکتا ہے جس میں عوض سے تملیک و تملک بننے کی صلاحیت ہو۔[25] یہ خرید اورفروخت کے الفاظ یا تو دونوں ماضی (Past)کے ہونے چاہیں یا ایک صیغہ ماضی کااور دوسرا حال (Present Tense) ہونا چاہئے اور اگر یہ الفاظ مستقبل (Future Tense) ہونگے تو عقد درست نہ ہوگا۔[26]

صیغہ ماضی جیسے میں نے بیچا، میں نے خریدا، میں راضی ہوا، میں نے اتنے میں لیا، میں نے اتنے میں دیا وغیرہ سے بیع کے انعقاد پر علماء کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ الفاظ انشاءِ عقد پر صراحتاً دلالت کر تے ہیں، ان میں عقد کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال نہیں۔ اس وقت بھی بیع کے انعقاد پر اتفاق ہے جب مضارع سے حال کی نیت کی صراحت کی جائے یا کوئی قرینہ فی الحا ل انشاءِعقدد پر دلالت کر رہا ہو، کیونکہ مضارع میں حال اور استقبال دونوں کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس میں وعدہ اور بھاؤ تاؤ دونوں کا احتمال ہوتا ہے ، اگر حال کی نیت نہ کی یا کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو بیع منعقد نہیں ہوگی۔ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"واعلم أن عدم الانعقاد بالمستقبل هو اذا لم يتصادقا على نية الحال أما إذا تصادقا على نية البيع في الحال فينعقد به في القضاء لأن صيغة الاستقبال تحتمل الحال فيثبت بالنية"[27]

ترجمہ : جاننا چاہئے کہ صیغہ استقبال سے بیع کا عدم انعقاد اس صورت میں ہے جب جب بائع اور خریدار نے فی الحال بیع کی نیت نہ کی ہو، اگر انھوں نے بیع کی نیت کرلی تو قضاءً اسی وقت بیع منعقد ہو جائے گی، اس لیے کہ صیغۂ استقبال حال کا بھی احتمال رکھتا ہےتو نیت سے حال ثابت ہو جائے گا۔

ایجاب و قبول دونوں میں یا صرف ایجاب میں یاصرف قبول میں صیغہ استقبال استعمال کرنے سے عقد منعقد نہیں ہوتا ، در مختار میں ہے:

"فإن نوى به الإيجاب للحال صح على الأصح وإلا لا إلا إذا استعملوه للحال كأهل خوارزم فكالماضي وكأبيعك الآن لتمحضه للحال وأما المتمحض للاستقبال فكالأمر لا يصح أصلا إلا الأمر إذا دل على الحال كخذه بكذا فقال أخذت أو رضيت صح بطريق الاقتضاء فليحفظ" [28]

ترجمہ: اگر مضارع سے حال کی نیت کی تو اصح قول کے مطابق عقد صحیح ہو جائے گا وگرنہ نہیں ہوگا ، سوائے اس کے کہ مضارع کو حال ہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہو جیسے اہل خوارزم ، تو اس وقت ماضی کی طرح نیت کی بھی ضرورت نہیں اور جیسے میں ابھی آپ کو بیچتا ہوں کہ یہ الفاظ صرف حال ہی کے لیے مستعمل ہیں۔بہرحال محض استقبال جیسے امر اس سے بالکل عقد منعقد نہیں ہوتا، ہاں اگر امر بھی حال پر دلالت کر رہا ہو جیسے کہا اتنے میں لے لو تو جواب میں کہا میں نے لے لیا یا میں راضی ہو گیا تواس سے اقتضاءً عقد صحیح ہوجائے گا۔اس ضابطہ کو یاد رکھنا۔

امر کے مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے مطلق امر کے لفظ مثلاً بعنی سے بیع منعقد نہیں ہوگی مگر نکاح کا معاملہ اس سے مختلف ہے ،اگر کسی کو کہا زوجنی اور اس نے اس کی شادی کرادی تو یہ عقد درست ہے ،کیونکہ زوجنی یہ توکیل کا لفظ ہے اور فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے **"الشخص الواحد يتولى طرفي عقد النكاح بخلاف البيع إلا الأب أو الوصي"** کہ ایک شخص نکاح میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا ولی ہو سکتا ہے کیونکہ نکاح میں حقوق کا مطالبہ دولہا اور دلہن سےہوتا ہے، جبکہ بیع میں حقوق کا مطالبہ عاقد سے ہوتا ہے ۔ [29]

یہ تقیید صرف عربی زبان کے لیے ہے ، کیونکہ عربی میں مضارع حال اور مستقبل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عربی کے علاوہ دوسری زبانیں مثلا اردو، انگریزی اور سندھی وغیرہ میں حال اور استقبال کے لیے الگ الگ صیغے وضع ہیں ،اس لیے وہاں ایجاب و قبول کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کرنا پسندیدہ نہیں، وہاں حال کے صیغے کا استعمال بھی درست ہے۔ اس لیے مجلۃالاحکام العدلیہ میں ایجاب و قبول کو کسی صیغہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ مادہ نمبر 168 میں فرمایا: **"الايجاب والقبول في البيع عبارة عن كل لفظين مستعملين لانشاء البيع في عرف بلد القوم"** یعنی بیع میں ایجاب و قبول ہر ان دو لفظوں سے عبارت ہے جو شہر اور قوم کی عرف میں انشاءِ عقد کے لیے مستعمل ہوں۔[30]

تعاطی سے بھی بیع منعقد ہو جا تی ہے۔ تعاطی کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ تو کیا جائے مگر اس میں الفاظ نہ بولے جائیں جیسے کوئی آدمی دکاندار کے سامنے دو روپے رکھ کر ماچیس لے جائے یا مطلوبہ رقم رکھ کر چائے کا ڈبہ وغیرہ لے جائے۔ اس میں نرخ عاقدین کو معلوم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بھاؤ تاؤ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بیع تعاطی تمام اشیاء یعنی زیادہ قیمت والی اور کم قیمت والی اشیاء دونوں میں درست ہے۔

2. عاقدین میں شرائط :

عاقد یعنی معاملہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل ،بالغ اور آزاد ہو یعنی وہ درست ہوش و حواس رکھنے والا بالغ (Audilt)اور آزاد ہو۔اس میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ بیچنے اور خریدنے والے سودے پریکساں طور پر رضامندہوں ۔ چنانچہ لین دین کے وہ تمام معاملات جن میں فریقین کی حقیقی رضامندی یکساں طور پر نہ پائی جاتی ہو ناجائز ہیں۔ اس وجہ سے پاگل ، غیر ممیزبچے اور غلام کی خریدو فروخت درست

نہیں کیونکہ یہ غیر مکلف ہیں اور ان کی بیع درست نہیں، اگر غلام کو آقا اجازت دے اور بچے کو والد، ولی یا وصی اجازت دے تو اس وقت ان کا معاملہ کرنا بھی درست ہوگا۔ نابینے(اعمیٰ) کو اگر خرید و فروخت میں سودے کا علم ہاتھ، زبان اور اشارہ وغیرہ سے ہو جائے تو اس کی خرید و فروخت بھی احناف کے نزدیک درست ہےجبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں بچے اور نا بینےکا معاملہ کرنا درست نہیں ۔ (31)

3. معقود علیہ میں شرائط :

معقود علیہ کا مطلب ہے جس چیز پر عقد کیا جا رہا ہے، اصلاح میں اس کو مبیع یعنی خریدی گئی چیز کہا جاتا ہے مگرکبھی مقعود علیہ کا لفظ بول کر اس سے ثمن یعنی قیمت بھی مراد لی جاتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو چیز بیچی اور خریدی جارہی ہے وہ ایسی چیز ہونی چاہیے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے،جس چیز کی خرید و فروخت سے شریعت نے منع فرمائی ہے اس کا معاملہ کرنا درست نہیں۔

مبیع اگر مال نہ ہو جیسے مردار اور خون وغیرہ تو اگر یہ چیز خریدی اور بیچی جائیں تو یہ معاملہ باطل ہوگا۔ باطل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ کرنے سے بھی خریدار کی ان اشیاء میں ملکیت نہیں آئے گی۔ اگر قبضہ کہ بعد بھی وہ چیز ہلاک ہوئی تو بائع یعنی بیچنے والے کی ملکیت سےاس چیز کی ہلاکت متصور ہوگی اور اگر اس کو شریعت نے مال قرار دیا ہومگرکسی خارجی وجہ سے اس میں منع آئی ہو تو اس بیع کو فاسد کہا جائے گا ۔ بیع فاسد قبضہ سے ملکیت کا فائدہ دیتی ہے یعنی اگر خریدی ہوئی چیز خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہوئی تو یہ ہلاکت اس کے مال سے متصو رہو گی،مگر چونکہ خارجی وجہ سے اس میں منع آئی ہے، اس لیے متعاقدین پر لازم ہے کہ اس بیع کو فسخ کریں اور اس کے قبح کو ختم کر کے درست طریقے سے معاملہ کریں۔عقد پر اس کا مقصودی حکم نافذ کرنے کے لیے اس عقد کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ ذیل میں صحت کی تعریف کی جاتی ہے:

صحیح لغت میں صحت سے ہے ،یہ سقیم کا ضد ہے۔صَحاح صاد کے فتحہ کے ساتھ مرض کے ختم ہونے اور تمام عیوب سے بری ہونے کو کہا جاتا ہے اور اس کا باب صَحَ یَصِحُ فهو صحيح وصِحاح آتا ہے۔ (32) اصطلاح میں صحیح اس ملکہ کو کہا جاتا ہے جس سے افعال اپنے موضع سے سلیم صادر ہوں ،صحیح کا لفظ عبادات اور معاملات دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔فقہائے کرام کے ہاں صحیح کہتے ہیں:

"الصحيح في العبادات والمعاملات ما اجتمعت أركانه وشرائطه حتى يكون معتبرًا في حق الحكم" (33)

ترجمہ: عبادات اور معاملات میں صحیح وہ ہے جس میں ارکان اور شرائط جمع ہوں تا کہ حکم کے لحاظ سے وہ چیزمعتبر ہو۔

یعنی صحیح عبادات میں فعل کا مسقط للقضاء ہونے اور معاملات میں مطلوبہ ثمرات کے مرتب ہونے کے سبب کا نام ہے۔ معاملات مالیہ میں اصل صحت ہے، اس لئے کہ ہر وہ معاملہ مالیہ جو چند گنے چنے اسبابِ فساد سے خالی ہو وہ صحیح ہے۔بیع معاملات مالیہ اور احکام شرعیہ سے ہے اور احکام شرعیہ دو چیزوں سے مکمل ہوتے ہیں ،ایک یہ ہے کہ اس میں تمام شرائط پائے جائیں۔ دوسری بات کہ اس سے تمام موانع منتفی ہوں جیسے کہ شرعی قائدہ ہے:

"الاحكام الاصولية والفروعية لاتتم الابامرين وجود الشرط وانتفاع الموانع" (34)

ترجمہ: احکام اصولیہ اور فروعیہ دو امر سے مکمل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس میں شرائط پائی جائے اور دوسری بات کہ موانع اس میں نہ ہوں۔

اس وجہ سے جب بھی عبادت یا معاملہ یا اس کے علاوہ کوئی عقد یا فسخ (جیسے طلاق ،اقالہ)فاسد ہوتا ہےوہ دو چیزوں یعنی رکن یا شرط میں خلل کی وجہ سے یا کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سےفاسد ہوتا ہے۔

فاسد کی تعریف:

فساد ظلم کو کہا جاتا ہے۔ فساد صلح کی ضد ہے، اصطلاح میں فاسد کہتے ہیں:

"الفساد هو التغيير عن المقدار الذي تدعو اليه الحكمة" [35]

ترجمہ: فساد اس مقدار سے تغییر کو کہا جاتا ہے جس کی طرف حکمت داعی ہو ۔

جس بات کی طرف حکمت داعی ہو فساد میں اس سے تغیر ہوتا ہے۔اس میں فعلِ عبادت مسقط للقضاء نہیں ہوتا اور فاسد عمل بجا لانے سے نہ طلب ساقط ہوتی ہے اور نہ ہی ذمہ بری ہوتا ہے۔ احناف کے ہاں فاسد اور باطل میں فرق ہے،جبکہ جمہور کے ہاں یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں۔بعض حنابلہ اور بعض شوافع نے بہت سارے احکام میں فاسد اور باطل کے درمیان فرق کیا ہے کہ فاسد ان کے ہاں وہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو اور باطل وہ ہے جس کے بطلان پر علماء کا اجتماع ہو۔ [36] مجلۃ الاحکام العدلیہ میں عقد فاسد کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں ذکر فرمائی گئ ہے :

" أنه يكون صحيحا باعتبار ذاته، فاسدا باعتبار بعض اوصافه الخارجة" [37]

ترجمہ: یہ عقد اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح اور بعض خارجی اوصاف کی وجہ سے فاسد ہوتا ہے۔

بیع فاسد کے رکن یعنی ایجاب اور قبول میں خلل نہیں ہوتا اور محلِ عقد یعنی مبیع میں بھی حکم عقد قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے لیکن بعض خارجی اوصاف کی وجہ سے معاملہ میں خلل واقع ہوجاتا ہے ۔ جیسے اجل ،ثمن اور وقت وغیرہ کو ذکر نہ کیا گیا ہو تو اس وقت معاملہ فاسد ہوجاتا ہے۔

فاسد خرید اور فروخت کا حکم:

بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اس میں مالک کی اجازت سے قبضہ کرنے سے ملکیت کا فائدہ ہوتا ہے ، اگر اجازت کے بغیر قبضہ کیا جائے تو یہ قبضہ مفیدِ ملک نہیں ہوتا۔ متعاقدین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ حقِ شرع کی وجہ سے اس فاسد عقد کو فسخ کریں۔ اگر انھوں نے عقد کو فسخ نہ کیا تو قاضی پر لازم ہے کہ اس عقد کو فسخ کرے۔البتہ اگر کوئی مانع درپیش آجائےتو اس وقت فسخ کرنا ضروری نہ ہوگا۔

باطل خرید اور فروخت:

مجلہ میں بیع باطل کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:

"البيع الباطل ما لا يصح اصلا يعنى انه لا يكون مشروعا اصلا" [38]

ترجمہ: بیع باطل وہ ہے جو اصلاً صحیح نہ ہو یعنی وہ اصل کے اعتبار سے مشروع نہ ہو۔

یعنی اس بیع کے رکن یعنی ایجاب و قبول میں خلل ہو کہ بچے نے یہ بیع کی ہو، یا بغیر رضا کے بیع ہویا اس میں مبیع مال نہ ہو جیسے خون اور مردار وغیرہ کی خرید و فروخت کرنا۔

باطل خرید اور فروخت کا حکم:

بیع باطل پر اقدام کرنا حرام ہے، شریعت نے اس سے منع فرمائی ہے، ایسی بیع کرنے سے بائع کی ثمن میں ملکیت قبضہ سے بھی نہیں آتی ہے اور نہ مشتری کی مبیع میں ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے اس بیع کو رد اور فسخ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بیع منعقد ہی نہیں ہوئی۔[39]

معاملات مالیہ میں اسبابِ فساد اور بطلان:

انسان پر عقد کے فساد اور بطلان کے اسباب جاننا ضروری ہے تا کہ اس کو معلوم ہو سکے کہ کس چیز سے عقد فاسد ہوتا ہے اور کس سے عقد باطل ہوجاتا ہے تا کہ انسان کو ان اسباب کی معرفت حصل ہوجائے اور معاملات کے انجام دہی کے وقت ان سے احتراز کرے۔ معاملات مالیہ میں اسبابِ فساد کی معرفت سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان اسباب کو جان کر روزمرہ اور جدید معاملات پر ان کی تطبیق کرتا ہے اور اس کو معاملات میں فساد کے اسباب اور خلل کے مواضع پر اطلاع ہوجاتی ہے۔ معاملات مالیہ مذکورہ اسباب جیسے ربا، غرر، جہالت، شرائطِ صحت کا مفقود ہونا، ضرر،عقد میں شرط محرم کا ہونا ، عینِ مبیع کا محرم ہونا، قمار، تغریر، عدم، فواتِ جنسِ مسمی، عدمِ قدرت علی التسلیم ، عدمِ ملک، عدمِ تقوم، اباحت، عدمِ قبضہ وغیرہ جیسی وجوہات سے عقد فاسد یا باطل ہوتا ہے۔

مسلمان تاجر کے لیے ضروری ہے کہ ان اسباب کی معرفت حاصل کرے تاکہ وہ تجارت ،معاشی سرگرمیوں وغیرہ میں شریعت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوسکے۔ امام محمدؒ الشیبانی سے کسی نے معلوم کیا کہ آپ زہد پر کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے جس سےلوگوں میں للٰہیت اور خوف خدا پیدا ہو؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ " میں نے کتاب البیوع لکھ دی ہے" یعنی جب انسان کتاب البیوع میں بیان کردہ حلال اور حرام، جائز اور ناجائز کے مطابق عمل پیرا ہوگا تو لازما اس میں للٰہیت اور دینداری پیدا ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی حلال اور حرام میں احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرکے متقی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو اس کا یہ دعویٰ کچھ بھی حیثیت نہ رکھے گا۔ (40)

خرید اور فروخت کی شرائط:

خرید ا ور فروخت کے انعقاد ، نفاذ ، صحت اور لزوم کے لیے مختلف شرائط ہیں، جن کو حضرات فقہائے کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے ، علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"نذكر شرائطها وهي أنواع بعضها شرط الانعقاد، وبعضها شرط النفاذ وهو ما لا يثبت الحكم بدونه، وإن كان قد ينعقد التصرف بدونه وبعضها شرط الصحة وهو ما لا صحة له بدونه، وإن كان قد ينعقد وينفذ بدونه، وبعضها شرط اللزوم، وهو ما لا يلزم البيع بدونه، وإن كان قد ينعقد وينفذ بدونه" (41)

ترجمہ: ہم (اب) بیوع کی شرائط کو ذکر کرتے ہیں، ان کی چند انواع ہیں، ان میں سے بعض انعقاد کی شرائط ہیں اور کچھ نفاذ کی شرائط ہیں اور وہ یہ شرائط ہیں جن کے بغیر کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اگرچہ اس کے بغیر تصرف منعقد ہوتا ہے اور بعض صحت کی شرائط ہیں اور وہ یہ شرائط ہیں جن کے بغیر عقد صحیح نہیں ہوتا اگرچہ ان کے بغیر منعقد اور نافذ ہوجاتا ہے اور بعض لزوم کی شرائط ہیں اور ان شرائط کے بغیر بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ ان کے بغیر منعقد اور نافذ ہوجاتی ہے۔ ان شرائط کو ذیل میں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

شرائط انعقاد:

بیع کے انعقاد کے لیے چار قسم کی شرائط ضروری ہیں:

1. عاقد میں
2. نفسِ عقد میں
3. مکانِ عقد میں
4. معقود علیہ میں

1- عاقد میں بیع کے انعقاد کی شرائط:

عاقد میں دو شرائط ہیں، تمیز اور عدد۔

تمیز کا مطلب یہ ہے کہ بیع کے منعقد ہونے کے لیے بائع(Seller) اور خریدار کا عاقل ، مختار اور اس پر حجر (بیع کرنے کی ممانعت) کا نہ ہونا ضروری ہے،بیع کے انعقاد کے لیے بلوغ کی شرط ضروری نہیں۔ اگر عقلمند غیر بالغ بچہ بیع کرے تو بیع منعقد ہوجائےگی اور یہ بیع ولی کی اجازت یا اس بچے کے بلوغ پر موقوف ہوگی، ایسے ہی مجنون کی بیع اس کے ولی کی اجازت پرموقوف ہوگی۔ حضراتِ شوافع کے ہاں محجور کا عقد سرے ہی غیر معتبر ہوتا ہے، مکرہ کی بیع احناف کے ہاں اس کے اختیار کے حال تک موقوف رہتی ہے،اگر اختیار کی حالت میں اجازت دی تو بیع نافذ ہوگی وگرنہ نہیں۔جمہور کےہاں مکرہ کی بیع باطل ہے۔(42)

عدد کا مطلب یہ ہے کہ عقد کرنے والے کم سے کم دو ہوں، اس لیے بائع اور مشتری کے حقوق اور ذمہ داریاں الگ الگ ہوتی ہیں ۔ اگر عقد کرنے والا ایک ہوگا تو حقوق کا مطالبہ کرنے والا اور جس سے مطالبہ کیا جارہا ہے ان دونوں کا ایک ہونا لازم آئے گا۔ اس وجہ سے عقلاً اور شرعاً ضروری ہے کہ عقد کرنے والے کم سے کم دو ہوں، البتہ اس حکم سے والد کو جب وہ بچہ کے لیے خرید اور فروخت خود اپنی ذات سے کرے تو اس کواس حکم سے استثناء حاصل ہے، کیونکہ والد کی وفورِ شفقت کی وجہ سے شریعت نے اس کی عبارت کو دو شخصوں کی عبارت کے برابر قرار دیا ہے۔ایسے ہی اگر شخص واحد بائع اور مشتری کا محض قاصد ہو تو اس کا جانبین کی طرف سے وکیل بننا درست ہے، کیونکہ اس صورت میں حقوق مؤکلین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔(43)

2. عقد میں شرائط:

عقد کی شرط یہ ہے کہ قبول ایجاب کے موافق ہو کہ بائع نے جس چیز میں، جس قیمت میں اور جن شرائط کے ساتھ ایجاب کیا ہے عقد کو اسی حال میں قبول کیا جائے۔ اگر ایجاب کی مخالفت کی تو عقد منعقد نہ ہوگا الا یہ کہ بائع ازسرے نوقبول کرے تو اس وقت مشتری کےکلام کوایجاب قرار دیا جائے گا اور بائع کے کلام کو قبول متصور کیا جائے گا۔

3. مکان میں شرط:

مکان کی ایک شرط اتحادِ مجلس ہے۔ متبایعین یعنی خریدار اور بیچنے والے کی مجلس ایک ہو ۔ اگر متبایعین ساتھ چل رہے ہوں یا کسی سواری پر سوار
ہوں تو بھی اس کو ایک مجلس کہا جائے گا اگرچہ سواری چل رہی ہو۔ اگر ایجاب کے بعد اگر کوئی مجلس سے اٹھ گیا یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیایا ایجاب ایک مجلس میں ہو اور قبول دوسری مجلس میں ہو تو یہ عقد درست نہ ہوگا۔ اگر کتابت یا رسالت کے ذریعے بیع کرنا چاہتے ہیں تو جس کو خط لکھا یا جس کے پاس بیع کے لیے قاصد بھیجا ہےاگر اس نے اسی مجلس میں بیع کو قبول کرلیا جس مجلس میں اس کے پاس قاصد یا خط پہنچا ہے تو یہ ہی سمجھا جائے گا کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں واقع ہوئے ہیں کیونکہ قاصد اور خط لانے والے مؤکل کی ہی بات کرتے ہیں گویا کہ اس نے خود بات کی ہے۔ اگر ایجاب کے بعدفریق آخر کے قبول کے پہلے اگر موجب رجوع کرے تو یہ رجوع صحیح ہوگا۔ ایسے ہی کتابت اور رسالت میں بھی فریق آخر کے قبول سے پہلے رجوع درست ہے۔(44)

4. معقود علیہ میں شرائط:

معقود علیہ میں بیع کے انعقاد کی درجِ ذیل شرائط ہیں :

1. معقود علیہ موجود ہو ،اگر معدوم ہو جیسے حمل الحمل تو اس کی بیع باطل ہوگی۔
2. معقود علیہ مال ہو ، اگر معقود علیہ مال نہ ہو جیسے مردار اور خون وغیرہ تو اس وقت بھی یہ بیع باطل ہوگی۔

3- معقود علیہ متقوم ہو ، اگر معقود علیہ مال تو ہو مگر متقوم نہ ہو جیسے خمر اور خنزیر تو اس وقت عامۃ الفقہاء کے نزدیک یہ بیع فاسد اور محقق ابن ہمامؒ کے ہاں یہ بیع باطل ہوگی۔
4- معقود علیہ مملوک ہو یعنی معقود علیہ بیع کے وقت بائع کی ملکیت میں ہو، اگر دکاندار کے پاس گاہک آئے اور اس کے پاس مطلوبہ چیز موجود نہ ہو اور وہ گاہک کو یہ چیز اس امید پر بیچ دے کہ بعد میں کسی سے خرید کر خریدار کے حوالے کردے گا۔ ایسی صورت میں بھی یہ بیع منعقد نہیں ہوگی۔
5- معقود علیہ مقدور التسلیم ہو، اگر بائع کو مبیع کی تسلیم پر قدرت نہ ہو جیسے گم شدہ کار بیچنا ، پرندے کو ہوا میں اور مچھلی کو پانی میں بیچنا وغیرہ جیسی صورتوں میں بھی بیع درست نہ ہوگی۔

شرائط نفاذِ بیع:

بیع کے نافذ ہونے کی دو شرائط ہیں:
1- بیع کے نافذ ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ عاقد کو ملک اور ولایت حاصل ہو۔اگر کوئی اپنی ملکیت بیچے یا غیر کی ملکیت مؤکل کی اجازت سے بیچے تو یہ عقد نافذ ہوگا اور اگر عاقد کو ولایت اور ملکیت وغیرہ بھی حاصل نہ ہواور اس چیز کے ساتھ کسی شخص کا حق متعلق ہو تویہ بیع اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوگی جیسے فضولی کی بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے۔[45]
2- بیع کے نفاذ کی دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع سے بائع کے علاوہ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو جیسے مرہون اور مستاجرشئی کے ساتھ مر تہن اور مستاجِر کا حق متعلق ہوتا ہے، اس وجہ سے اگر راہن اور آجر اس شئی کو بیچ دیں تو یہ بیع نافذ نہ ہوگی، البتہ یہ بیع منعقد ہو کر اس کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

شرائطِ صحتِ بیع:

خرید اور فروخت کی صحت کے لیے انعقاد،نفاذ کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جو بیع منعقداور نافذ نہیں ہوتی وہ صحیح بھی نہیں ہوتی۔اس لیے کہ صحت، انعقاد اور نفاذ سے امر زائد ہے،لیکن صحتِ بیع کی ہر شرط نفاذ اور انعقاد بیع کی شرط نہیں ہوتی، اس لیے کہ بیع فاسد قبضہ کے بعد منعقد اور نافذ تو ہوتی ہے لیکن صحیح نہیں ہوتی۔اس کے علاوہ صحت بیع کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔[46] :
1- بیع موقت نہ ہو کیونکہ بیع ہمیشگی کے لیے ہوتی ہے، اگر اس طرح بیع کی گئی کہ ایک سال بعد خریدار خریدی ہوئی چیز بائع کو واپس کرے گاتو یہ بیع صحیح نہ ہوگی۔
2- مبیع اور ثمن بالکل واضح اور متعین ہوں کہ یہ بیع مفضی الی المنازعہ نہ ہو، بیع کا منازعہ کی طرف لے جانے کی مثال جیسے بائع کہے کہ موبائل کی اس دکان سے میں سے میں نے ایک موبائل بیچی مگر اس نے کوئی بھی موبائل متعین نہیں کی ۔
3- صحتِ بیع کے لیے رضا کا پایا جانا ضروری ہے ،بغیر رضا کے بیع درست نہ ہوگی ،اس لیے مکرَہ کی خرید وفروخت درست نہیں۔
4- صحتِ بیع کے لیے فائدہ کا ہونا ضروری ہے، جس بیع میں فائدہ نہ ہوتو وہ بیع بھی درست نہیں ہوتی۔
5- صحتِ بیع کے لیے قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہے ، اگر مشتری کہے کہ جتنے میں فلاں نے خریدی ہے یا یہ کہا اس کی اصل قیمت کے عوض میں نے خریدی کہ اس کو فلاں کی قیمت اور اصل قیمت معلوم نہ ہو تو بھی یہ بیع درست نہ ہوگی۔ ایسے ہی اگر قیمت کو ذکر نہ کیا گیا تو بھی معاملہ فاسد ہوجائےگا۔
6- صحتِ بیع کے لیے عقد کا تمام شرائطِ فاسدہ سے خالی ہونا ضروری ہے۔
7- اگربیع مؤجل ہو تو اس میں اجل کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔

8- منقولی مبیع میں قبضہ بھی ضروری ہے ، اگر کوئی منقولی چیز مثلا گھڑی یا گاڑی وغیرہ خریدی مگر اس کا قبضہ لیے بغیر وہ چیز کسی دوسرے شخص کو بیچ دی تو بیع ثانی درست نہ ہوگی۔
9- مسلم فیہ اور بیع سلم کے راس المال پر قبضہ کئے بغیراس کی بیع درست نہ ہوگی۔
10- اموال ربو یہ میں بدلین کے درمیان مما ثلت کا ہونا ضروری ہے، اگر مما ثلت نہ ہو، بلکہ کمی زیادتی ہو تو بیع صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں ربٰو لازم آجائے گا۔
11- عقد ربا اور شبہ ربا سے خالی ہو۔
12- بیع سلم میں شرائطِ صحتِ سلم کا ہونا بھی ضروری ہے۔
13- بیع صَرف میں افتراق سے پہلےبدلین پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔
14- مرابحہ ، تولیہ اور وضیعہ میں ثمن اول کا معلوم ہونا ضروری ہے۔
15- احد البدلین دین نہ ہو جو غیر دائن کو بیچا جائے۔یہ شرط بیع الدین کے ساتھ خاص ہے۔

شرائط لزوم:

بیع کے انعقاد ، صحت اور نفاذ کی شرائط پوری ہونے کے بعد لزوم بیع کے لیے عقد کا خیارات سے خالی ہونا ضروری ہے۔اگر ان شرائط میں سے کسی شرط میں خلل ہوگا تو بیع باطل، فاسد یا موقوف ہوگی۔

متعاقدین کے لیے شروط:

شریعت میں بیع کی صحت کے لیےمتعاقدین میں چند شرائط کا ہونا ضروری ہے:
1- متعاقدین متعدد ہوں تاکہ شخص واحد کا مطالِب اور مطالَب بننا لازم نہ آئے الا یہ کہ جب والد چھوٹے بچےکی خود اپنی ذات سے بیع کرے۔
2- عاقد عقد کے وقت ممیز ہو۔
3- عاقد کا عقد کے وقت بالغ ہونا ضروری ہے، وگرنہ اس کے عقود ولی کی اجازت پر موقوف ہونگے۔
4- عاقد پر خود اپنی ذات کی وجہ سے حجر ہو کہ وہ مجنون یا غیر ممیز بچہ ہو یا غیر کے حق مثلا وہ مدیون ہو وغیرہ کی وجہ سے حجر نہ ہو۔
5- عقد کے وقت اس کو اختیار ہو، اگر اس پر اکراہ ہوگا تو اس کا عقد حالتِ اختیار کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (47) اس لیے خرید اور فروخت میں ضروری ہے کہ عاقدین یعنی بائع اور مشتری دونوں عاقل،بالغ، غیر محجور اور ممیز ہوں۔ سفیہ، پاگل، بچے، محجور اور ناسمجھ بچے کی بیع منعقد نہیں ہوگی، البتہ بچہ اور سفیہ وغیرہ کھانے پینے کی معمولی اشیاء دلالتا اجازت ہونے کی وجہ سے خرید سکتے ہیں۔

بچے کی خریدوفروخت:

ناسمجھ بچے کی بیع منعقد نہیں ہوتی، اس میں سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ اس لیے کہ عاقدمیں تصرفات کی اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔ احناف کے ہاں بچہ اور معتوہ کے وہ تصرفات جو نافع محض ہوں جیسے قبولِ ہبہ اور قبولِ اسلام وغیرہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر ہی صحیح ہوتے ہیں اور اس کے وہ عقود جو محض نقصان دہ ہوں جیسے طلاق، صدقہ اور قرض وغیرہ وہ بالکل ہی نافذ نہ ہونگے اگرچہ ولی ان کی اجازت بھی دے اور وہ عقود جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہوں جیسے بیع اور شراءوغیرہ وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہونگے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں جیسے بچے کوصراحتاً اجازت درست ہوتی ہے ایسے ہی دلالۃً بھی اجازت کافی ہوتی ہے۔ اگر ولی نے بچے کو خریدوفروخت کرتے دیکھا مگر اس کو روکا نہیں تو یہ دلالۃ اجازت ہوگی۔ (48) جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں بچے کے تصرفات بالکل ہی منعقد نہیں ہوتے۔علامہ تاج الدین سبکی شافعی ؒ فرماتے ہیں:

"تصرفات الصبي باطلة عندنا وعندهم تصح، ويتوقف نفوذها على إجازة الولي" (49)

ترجمہ : بچے کے تصرفات ہمارے ہاں باطل ہیں جبکہ دوسرے فقہاء کے ہاں اس کے تصرفات صحیح ہیں اور ان تصرفات کا نفاذ ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔

احناف کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

"وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ" (50)

ترجمہ: اور یتیموں کی پرورش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان کے اندر اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو ۔

یعنی بچوں کی آزمائش لو اگر آپ کو ان کا عقلمند ہونا معلوم ہو تو ان کو مال حوالے کردو اور امتحان خریدوفروخت سے ہوگا تاکہ معلوم ہوکہ اس کو دھوکہ تو نہیں لگ گیا۔ جب اس بچے کو سمجھ بوجھ ہو جائے تو ولی کی اجازت سے اس کے تصرفات صحیح ہونگے۔

مروجہ قانون میں صحت عقد کے لیے عاقد کا بالغ (Major) ہونا ضروری ہے۔ مروجہ قانون نے پہلے بلوغت کی حد اکیس سال مقرر کی تھی پھر اس کم کرکے اس کی تحدید اٹھارہ سال مقرر کردی ہے۔ جس کی عمر اس سے کم ہو تو اس کو بھی کچھ معاملات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو قانون نے اس کو اشیاء ضروریہ (Necessaries) میں اس کو اجازت دی ہے۔ فقہ اسلامی میں اس مشکل کو ولی کی اجازت سے مشروط کر کے ختم کردیا گیا ہے۔ موجودہ قانون میں تمام بچوں کے لیے تمام معاملات میں ایک ہی عمر اور حد مقرر کرنا کافی مشکلات کا باعث ہوتا ہے اور اس کے برخلاف ولی کو اجازت دے کر یہ مسئلہ حل کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ ولی کو بچے کے احوال ، ضروریات اور جن امور سے بچے کو نقصان ہو سکتا ہے وغیرہ تمام معاملات کی بصیرت تامہ ہوتی ہے۔ (51)

تجارت کے بارے میں ہدایات:

تجارت جو مال کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلام نے اس کے حاصل کرنے کے بھی چند احکام اور آداب بتائے ہیں، مال کمانے میں بھی اسلام کے احکام کی پابندی ضروری ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے مال کمانے کو ایک خالص دنیاوی کام سمجھا اور اس میں کسی بھی قسم کی دینی رہنمائی کی ضرورت نہ سمجھی۔ قرآن مجید نے ان کے قول کو اس طرح نقل فرمایا:

"قَالُوا يَاشُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ" (52)

ترجمہ: انھوں نے کہا کہ اے شعیب کیا تم کو تمہاری نماز اس بات کا حکم کرتی ہے کہ جن معبودوں کی ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے یا جو کچھ ہم اپنے اموال میں کرتے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال کمانے میں بھی شرعی تعلیمات کی پاسداری ضروری ہے۔ اسلام عمل اور احسان کا مذہب ہے اور یہ اپنے پیروکاروں کو ظلم سے منع کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسے معاملات سے بچا جائے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ہر تاجر کے لیے ضروری ہے کہ سچائی، دیانتداری اور امانت والا معاملہ کرے، جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ،ناپ تول میں کمی، فریب،وعدہ خلافی، ادئگی میں ٹال مٹول اور احتکار سے بچے۔ احتکار کا مطلب یہ ہے کہ اس مقدار میں چیز کو زیادہ قیمت کے حصول تک روک کر رکھنا جس مقدار کا بازار پر اثر پڑے۔ اگر کسی نے تھوڑی مقدار میں چیز ذخیرہ کی جس کا اثر مارکیٹ پر نہیں پڑتا تو یہ احتکار ممنوع نہ ہوگا، اسلام کاروبار میں دھوکہ دینے سے منع فرماتا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

"من غش فلیس منا" (53)

ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

دھوکہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ چیز کے ایسے اوصاف بیان کرے جو اس میں نہ ہوں یا اس میں موجود عیوب کو چھپا یا جائےیا ناپ تول میں کمی کرے ۔ قرآن مجید میں

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی سخت مذمت فرمائی گئی ہے، سورۃ المطففین میں ارشاد ہے :

"وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ * الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ * وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ " (54)

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کرلیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں۔ اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کردیتے ہیں تو گھٹا کردیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے :

"واقیموالوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان " (55)

ترجمہ: اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کمی نہ کرو۔

اس طرح جب دو آدمیوں کے درمیان سودا طے ہو جائے یا سودا طے نہ ہو ا ہو بلکہ بھاؤ تاؤ چل رہا ہو کسی دوسرےآدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس پہلے سودے پر خود سودا کرے یا بھاؤ لگائے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا يبيع الرجل على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه " (56)

ترجمہ: کوئی آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ لگائے۔

معاملات میں سب سے زیادہ مہلک چیز ربا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" (57)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربٰو کو حرام کیا ہے۔

سودی معاملہ کو نہ چھوڑنے والوں کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺکا اعلان جنگ ہے۔ چناچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ * فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ" (58)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعۃً مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔

اس کے ساتھ اسلام نے حرام اشیاء کی تجارت سے منع فرمائی ہے اور جس چیز کے استعمال کی اجازت نہیں اس کی تجارت بھی درست نہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہؒ کی روایت ہے:

"إن الله إذا حرم على قوم أكل شيء حرم عليهم ثمنه " (59)

ترجمہ: اللہ تعالی جب کسی قوم پر کسی چیز کو کھانا حرام قرار دیتے ہیں تو اس قوم پر اس کا ثمن بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں کچھ حرام اشیاء کو ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے:

"إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ" (60)

ترجمہ: اس نے تو تمہارے لئے بس مردار جانور، خون اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ " (61)

ترجمہ: تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کردیا گیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو۔ اور جسے کسی جانور

نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو، اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، الا یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کرچکے ہو، اور وہ (جانور بھی حرام ہے) جسے بتوں کی قربان گاہ پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بات بھی (تمہارے لیے حرام ہے) کہ تم جوے کے تیروں سے (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو۔

قبضہ سے قبل کوئی چیز فروخت کرنا درست نہیں، آج کل چیز پر قبضہ سے قبل ہی اس کو آگے فروخت کرنے کا عام رواج ہے بالخصوص درآمدات میں سامان منزلِ مقصود پر پہنچنے سے قبل کئی جگہ فروخت ہو چکا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر خریدار کچھ منافع رکھ کر ہی آگے فروخت کرے گا، اس لیے مارکیٹ پہنچتے پہنچتے اس چیز کی قیمت بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسولﷺ! بسا اوقات میرے پاس گاہک آکر ایسی چیز طلب کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میں اس کو وہ چیز بیچ کر بازار سے وہ چیز اس کو خرید کر دے دوں؟ آپ ﷺ کا ارشادفرمایا:

"لا تبع ما ليس عندك " [62]

ترجمہ: وہ چیز نہ بیچ جو آپ کے پاس نہ ہو۔

خاتمہ:

آج کل ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کو مالداری اور اور زیادہ سے زیادہ اسبابِ سہولیات زندگی حاصل ہو تا کہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے زیادہ سے زیادہ آسائشیں حاصل کرے اور اپنی اور گھر والوں کی ہر خواہش کو پورا کرے تا کہ اس کے زیر کفالت لوگ خوش ہوجائیں لیکن اگر یہ ساری جدوجہد اور کوشش جواز اور حلال کی حد میں ہو تو ٹھیک ہے، اگر اس کوشش میں انسان اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دے تو یہ مال بھی اس کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتا ہے۔ درجِ بالا مضمون سے معلوم ہوا کہ تجارت بابرکت ذریعہ معاش ہے، تاہم اس میں دنیا ہی مدِنظر نہیں ہونی چاہیے بلکہ آخرت کی فلاح بھی مطلوب ہے۔ اس لیے تجارت شریعت کے احکام کے تابع ہونی چاہیے اور شریعت نے جن اشیاء کی خرید اور فروخت کی اجازت دی ہے ان اشیاء کا ہی معاملہ کیا جائے اور اس طریقے، ان شرائط اور ہدایات کے تحت معاملہ کیا جائے جن کی شریعت میں رہنمائی کی گئی ہے ، کیونکہ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے جوخریداور فروخت شریعت کے قواعد اور ضوابط کو ملحوظ رکھ کر کی جائے گی اس میں دین اور دنیا کی سرخروئی حاصل ہوگی اور جس میں دین کو پس پشت ڈال دیاجائے گا اس میں ناکامی اور خسارہ مقدر ہوگا۔

حوالہ جات

[1] الترمذي محمد بن عيسى بن سَوْرة (المتوفى- 279 ھ)۔سنن الترمذي- ج3- ص 507-(الطبعة الثانية)- مصر:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي- 1395 ھ

[2] ابن ماجہ أبو عبد الله محمد بن يزيد ۔سنن ابن ماجہ- ج3- ص 277-(الطبعة الأولى) تحقيق شعيب الأرنؤوط وآخرون- بيروت: دار الرسالة العالمية- 1430ھ

[3] سورہ- النساء(4)-آیت-5

[4] سورہ- النساء(4)-آیت-29

[5] البخاري أبو عبدالله محمد بن إسماعيل ۔ صحيح البخاري- ج3- ص 55،(الطبعة الأولى) ۔ بيروت: دار طوق النجاة- 1422 ھ

[6] سورہ- الاعراف (7)-آیت-10

[7] سورہ- ہود (11)- آیت- 61

[8] سورہ- البقرہ-(02)-آیت-168

9 البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين (المتوفى: 458هـ)- شعب الإيمان- ج11- ص 175-(الطبعة الأولى)- الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع- 1423 هـ

10 القضاعي أبو عبد الله محمد بن سلامة (المتوفى: 454هـ)- مسند الشهاب- ج1- ص 83- (الطبعة الثانية)- بيروت: مؤسسة الرسالة- 1407 هـ

11 السيوطي جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر- الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير- ج3- ص - 95- (الطبعة الأولى)- بيروت: دار الفكر- 1423هـ

12 أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241هـ)-مسند الإمام أحمد بن حنبل- ج28- ص502 -(الطبعة الأولى)- المحقق: شعيب الأرنؤوط- عادل مرشد وآخرون- بيروت: مؤسسة الرسالة- 1421 هـ

13 الطبراني سليمان بن أحمد (المتوفى: 360هـ)- المعجم الأوسط- ج8- ص 380- القاہرة -دار الحرمين- س و ط ند

14 السيوطي- ج3- ص 95 - المرجع السابق

15 شبلي نعماني - ندوي سليمان - سيرت النبيﷺ- ج2- ص 592- (طبع اول)- لاہور- اداره اسلاميات- 1423هـ

16 المصدر نفسہ- ج2-ص 593

17 أحمد بن محمد بن حنبل- مسند الإمام أحمد بن حنبل- ج 28-ص 427- المرجع السابق

18 سوره- الفرقان-(25)- آيت-7

19 البوصيري أحمد بن أبي بكر- إتحاف الخيرة المهرة- ج3- ص 275- (الطبعة الثانية)- بيروت: موقع شبكة مشكاة الإسلامية- باب في التجارة- 1428هـ

20 الحاكم أبو عبد الله محمد بن عبد الله - المستدرك على الصحيحين- ج2-ص 656- (الطبعة الأولى)- تحقيق:مصطفى عبد القادر- بيروت دار الكتب العلمية- 1411هـ

21 البيهقي أحمد بن الحسين (المتوفى: 458هـ)- السنن الكبرى-ج6- ص 210- (الطبعة الثالثة)- المحقق: عبد القادر عطا- بيروت: دار الكتب العلمية- 1424 هـ

22 الہيثمي علي بن أبي بكر -موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان- ج4- ص 489- (الطبعة الأولى)- تحقيق: حسين سليم أسد - دمشق- دار الثقافة العربية- 1412 هـ

23 ابن قدامہ مقدسي- آداب الكسب و المعاش- ص 4- رياض- دار القاسم - س ن

24 سوره- الجمعة (62)-آيت-10

25 العثماني محمد تقي- فقہ البيوع- ج1 -ص 22- كراچي- مكتبہ معارف القرآن - ربيع الاول 1436 هـ

26 الزيلعي عثمان بن علي (المتوفى: 743 هـ)- تبيين الحقائق - ج4-ص 4-(الطبعة الأولى)- القاہرة- المطبعة الكبرى الأميرية- 1313 هـ

27 ابن الہمام محمد بن عبد الواحد- فتح القدير- ج6- ص 250

28 الحصكفي محمد بن علي- الدر المختار-ص 395- المرجع السابق

29 الزحيلي وہبة بن مصطفٰى- الفِقْہ الإسلامي وأدلتہ - ج5- ص 3311- پشاور المكتبہ الحقانيہ- طبع بدون طبعة وسنة

30 العثماني محمد تقي- فقہ البيوع- ج1 -ص 35 - المرجع السابق

31 ابن عابدين- محمد أمين بن عمر (المتوفى: 1252هـ)- رد المحتار- ج5-ص 50- (الطبعة الثانية)- بيروت: دار الفكر- 1412هـ

32 مجد الدين أبو طاہر محمد بن يعقوب الفيروزآبادى - القاموس المحيط- ج1- ص 228- (الطبعة الثامنة)- بيروت مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع- 1426 ه

33 الجرجاني علي بن محمد (المتوفى: 816هـ)-كتاب التعريفات- ج1- ص 123 - (الطبعة الأولى)- بيروت: دار الكتب العلمية- 1403هـ

34 عبدالرحمن ناصر- الشيخ- القواعد والاصول- ص۳۶- بيروت: دارالفكر- 1423هـ

35 أبو ہلال الحسن بن عبد الله (المتوفى: نحو 395هـ)-الفروق اللغوية- ج1- ص 214- القاہرة -دار العلم والثقافة للنشر والتوزيع-1407هـ

36 العثيمين محمد بن صالح بن محمد- الشرح الممتع على زاد المستقنع- ج4-ص 71- (الطبعة الاولیٰ) المملكة السعوديہ- موقع الشيخ العثيمين- 1432هـ

37 لجنة مؤلفة من العلماء المحققين- مجلة الاحكام العدلية- ص 30- كراچي- قديمي كتب خانہ-سن و طبع ند

38 المصدر نفسہ ولصفحة ذاتہا

39 عيون علماء وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية- الموسوعة الفقہية الكويتية- ج8- ص 120-(الطبعة الثانية)- الكويت- دارالسلاسل- 1427 هـ

40 غازي محمود احمد ڈاکٹر- محاضرت معيشت و تجارت- ص 262-لاہور- الفيصل ناشران و تاجران كتب- طبع 2010ء

41 الكاساني أبو بكر بن مسعود۔ بدائع الصنائع ۔ ج 5۔ ص 135۔ (الطبعۃ الثانية)بيروت: دار الكتب العلميۃ۔ 1406ھ

42 السمرقندي علاء الدين محمد بن أحمد۔ تحفة الفقہاء۔ ج2۔ ص 34 ۔(الطبعۃ الثانية) بيروت: دار الكتب العلميۃ۔1414 ھ

43 الكاساني أبو بكر بن مسعود۔ بدائع الصنائع۔ ج۵۔ص ۔۱۸۷۔ المرجع السابق

44 المصدر نفسہ والصفحۃ ذاتہا

45 السمرقندي۔ محمد بن أحمد۔ تحفة الفقہاء۔ ج2۔ ص 34 ۔ المرجع السابق

46 كل ذلک ماخوذ من بدائع الصنائع ۔ ج5۔ فصل في شرائط ركن البيع ۔المرجع السابق

47 عبد السميع احمد الامام۔ نظرات في اصول البيوع الممنوعۃ۔ ص 44- 45۔(الطبعۃ الاولي)۔ الكويت وزارة الاوقاف۔ 1433 ھ

48 ابن عابدين رد المحتار على الدر المختار۔ ج6۔ص 173۔ المرجع السابق

49 السبكی عبد الوہاب بن علي۔ الأشباه والنظائر۔ ج2۔ ص 277۔(الطبعۃ الأولى)۔ بيروت دار الكتب العلميۃ۔ 1411 ھ

50 سورہ۔ النساء۔ (4)۔ آیت۔ 5

51 العثماني محمد تقي۔ فقہ البیوع ۔ ج۱۔ ص۱۵۰۔ المرجع السابق

52 سورہ۔ ہود۔(11)۔آیت۔87

53 الترمذي۔ج3۔ص 598

54 سورہ۔ المطففین۔(83)۔آیت۔1-3

55 سورہ۔ الرحمٰن۔(55)۔آیت۔9

56 ابن ماجہ۔ أبو عبد الله محمد بن يزيد (المتوفى: 273ھ)۔ سنن ابن ماجہ۔ج2۔ص 734۔ بيروت: دار إحياء الكتب العربیہ ۔س ط ند

57 سورہ۔ البقرہ۔(2)۔آیت۔275

58 سورہ۔ البقرہ۔(2)۔آیت۔289

59 أبو بكر بن أبي شيبۃ۔ الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار۔ ج4۔ ص 300۔ (الطبعۃ الاولي)۔ المحقق۔ كمال يوسف الحوت۔ الرياض ۔ مكتبۃ الرشد ۔ 1409ھ

60 سورہ۔ البقرہ۔(2)۔آیت۔173

61 سورہ۔ المائدہ۔(5)۔آیت۔3

62 ابن ماجۃ۔ج3۔ص 308۔ المرجع السابق